دنیا و آخرت کی بے پناہ وسعتیں اور لطافتیں اس کے غور و فکر کی تنگنائیوں میں کیونکر سما جائیں جبکہ کسی بھی حقیقت پر سوچنے کے لئے مادی آلائشوں سے مجبور ہو کر وہ انہیں ضوابط کو بروئے کار لانے کا خوگر ہے جو فقط محسوسات یا زیادہ سے زیادہ ان معقولات میں کارآمد ہوں جو محسوسات سے قریبی علاقہ رکھتے ہوں :

اس بات کو حضرت مجدد صاحبؒ نے یوں بیان فرمایا ہے :

"پس عقل تو معقولات میں سے بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہوں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہدہ میں آنیوالی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبیہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتی اور ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔"

(مکتوبات دفتر اوّل حصہ اوّل مکتوب ۲۴)

© rasailojaraid.com

اسباب و مسببات اور عامل و معمول کی صحیح دریافت میں عقل کی واماندگی کا ذکر کرتے ہوئے فلسفۂ تاریخ اور علومِ عمرانیات کے امام علامہ عبدالرحمان بن خلدونؒ کی وہ بات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے جو انہوں نے اپنے مقدمۂ تاریخ میں یوں بیان فرمائی ہے:

"تم فکر کی اس خام خیالی پر ہرگز اعتقاد نہ کرو کہ وہ کائنات اور اس کے اسباب و عوامل کا احاطہ کر سکتی ہے اور اس کے وجود کی ساری تفصیلات سے آگاہ ہو سکتی ہے۔ اس معاملے میں فکر کی خود رائی کو حماقت پر مبنی سمجھو اور یہ سمجھ لو کہ ہر صاحب ادراک انسان ابتدا میں یہی سمجھتا ہے کہ کہ سارے موجودات اس کے علم و ادراک کے احاطے میں آگئے ہیں۔ کوئی چیز اس سے باہر نہیں رہی۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا درجہ حاصل کر سکے تو ان سب صورتوں میں غور کرنے سے یہی کچھ سامنے آتا ہے کہ یا تو دوسرے کے نیک یا برے عمل میں کسی نہ کسی حیثیت سے اس کا بھی حصہ ہوتا ہے مثلاً دور یا قریب کا واسطہ بن جانا یا کم از کم کسی قول و عمل سے ہمت افزائی کرنا اور یا پھر احسان بلا عمل فضلِ الٰہی ہے جو کسی معروف ضابطے کے تحت میں نہیں آتا (باقی صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

اس سلسلے میں مقولہ آگے چل کر ارقام فرماتے ہیں :-

"اور یہ عقل اور اس کے ادراکات کے لئے کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ عقل ایک صحیح ترازو کی طرح ہے لیکن تم کو یہ امید نہیں کرنا چاہئے کہ اسی ترازو سے امور توحید و آخرت اور صفات الٰہیہ کی حقیقت بھی تول سکو گے کیونکہ یہ امید محال ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص سونا تولنے والا کانٹا دیکھے تو یہ امید وابستہ کرے کہ اسی سے پہاڑ بھی تولے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی کہ کانٹا اپنے تول میں سچا نہیں، اسی طرح عقل کے بھی حدود ہیں جہاں اس کو ٹھہرنا پڑتا ہے ان سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو بھی اپنی ادراکات کے دائرے میں داخل کرے۔ بلکہ وہ اس کے پیدا کئے ہوئے بے شمار ذرات میں سے ایک حقیر ذرہ ہے۔"

امام غزالیؒ اور ابن خلدونؒ کے کلام سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عقل کی صحت کارکردگی اور درستئ عمل کے لئے اولاً تو شرائط خمسہ کا موجود ہونا ضروری ہے اور ثانیاً موضوع و مطلوب کا اس کے دائرۂ عمل کے اندر رہنا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان مادی تیرہ خاک میں سکونت پذیر عقول کا ان کی بصیرت کو ماؤف اور بینائی کو چندھیانے والے تمام عوارض سے خالی ہونا نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی فلاح کا تعلق کچھ ایسے امور سے بھی ہے جو اس کی چھوٹی سی عقل کی رسائی سے یقیناً ماوراء ہیں[1]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بلکہ اس کی عادت خاصہ ہے اور اس کے برخلاف تکلیف و تعذیب بلا جرم و گناہ تو اس کا وقوع کہیں منقول نہیں جو تعلیل و توجیہہ کا محتاج ہو۔

[1] کائنات میں انسان کا کیا مقام ہے، پچھلے عنوان میں اس پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے اعمال کی صدائے بازگشت نہ صرف عالم دنیا کے گوشے میں بلکہ اس عالم آخرت کے دشت و کوہ میں بھی سنائی دیتی ہے جو اس کے لئے یکسر ان دیکھی اور ان جانی چیز ہے۔ اب جبکہ اس کی فلاح اس سیرت و کردار سے متعلق ہے جو دونوں جہانوں کے تقاضوں کی رعایت سے تشکیل پاتا ہے تو بے چاری عقل نادیدہ (باقی صفحہ آئندہ پر)

© rasailojaraid.com

اس بحث کو ہم حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے رسالے "العقل والنقل" سے ماخوذ ان شذرات پر ختم کرتے ہیں جو اس موضوع پر "بقامت کہتر بقیمت بہتر" کا مصداق ہیں ———!

"ہمارے نزدیک سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انسان ہر بات میں محض اپنے فکر و نظر کی ہی تقلید کرے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی یہ فکر بھی خود اس کی ذات کی طرح حادث اور مخلوق ہے اور ان قویٰ میں سے ایک قوت ہے جو خدا تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت فرمائی ہے۔"

"عالم میں جو غلطیاں مختلف طرح کی پھیلی ہوئی ہیں عقل کی یہ غلطی ان سب میں عجیب تر ہے اور تماشہ یہ ہے کہ سوائے ان معدود لوگوں کے جن کی بصیرت کی آنکھیں رب تعالیٰ نے روشن کر دی ہیں ہر صاحب فکر اس عام غلط کاری (عقل کی ہمہ بینی کے عقیدے) میں مبتلا ہے۔ ہاں ارباب بصیرت کو معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کی ایک خاص فطرت بنائی اور اس خاص فطرت کے اعتبار سے اس شئی کے عمل و حرکت کی حد بندی کر دی ہے۔ مثلاً قوتِ سامعہ کی فطرت مسموعات کے ادراک سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ اسی طرح قوتِ باصرہ کا دائرہ عمل مبصرات تک محدود ہے۔ چنانچہ سمجھنا چاہئے کہ عقل کے بھی اپنے حدود ہیں جس سے وہ ایک گام بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔"

"اللہ اکبر! یہ عقل خدا تعالیٰ کے مرتبے سے کس قدر جاہل ہے کہ اس نے اپنے فکر ناقص کی تقلید میں خدا تعالیٰ پر جرح کرنے کو آسان سمجھا۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ عقل کے پاس بجائے خود کسی طرح کا اور کسی شے کا علم موجود نہیں ہے۔ اس کا کام محض حواس خمسہ ظاہریہ اور قوت خیالیہ اور قوتِ مصوّرہ وعلیٰ ہٰذا القیاس دوسری قوتوں کے عطا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نادانستہ امور کے تقاضے کیا سمجھے اور ان کی رعایت کیوں برتتے۔

(باقی صـ ۱۶ پر)

© rasailojaraid.com

مروّجہ نظامِ زمینداری اور اسلام

از قلم : مولانا محمد طاسین

(دوسری قسط)

اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث نقل کرتا ہوں جن سے صریح اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی شخصی ملکیت جائز اور صحیح چیز ہے ملاحظہ فرمائیے :-

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیا ارضا میتۃ فھی لہ (الترمذی)

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مردہ زمین کو زندہ کیا یعنی غیر آباد کو آباد کیا اور قابلِ کاشت بنایا وہ اسی کی ہو گئی۔"

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من عمر ارضاً لیست لاحد فھو احق بھا۔ (صحیح البخاری)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آباد کیا ایسی زمین کو جو کسی کی نہیں تھی پس وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔"

عن عروۃ قال اشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی ان الارض ارض اللہ والعباد عباد اللہ ومن احیی مواتا فھو احق بھا (سنن ابی داؤد)

"حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اللہ کی زمین ہے اور بندے اللہ کے بندے ہیں جس نے

© rasailojaraid.com

بنجر و غیر آباد زمین کو آباد کیا اور قابلِ کاشت بنایا پس وہ اس کا زیادہ حق دار ہے"

ان احادیث میں " فھو احق بھا " کے جو الفاظ ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی بیکار و بنجر زمین کو زراعت کے لئے آباد کرتا ہے اسے اس زمین سے انتفاع کے حق میں دوسروں پر ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی کا دوسرا نام ملکیت ہے اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ وہ مفید اثرات ہوتے ہیں جو اس شخص کی سعی و محنت سے وجود میں آکر اس خطۂ زمین کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔

مزارعت و مخابرت کے جواز و عدم جواز سے متعلق جو کثیر التعداد احادیث ہیں ان سے بھی ملکیت زمین کا ثبوت و جواز فراہم ہوتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں :

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من کانت لہ ارض فلیزرعھا فان لم یستطع ان یزرعھا وعجز عنھا فلیمنحھا اخاہ المسلم ولا یؤاجرھا ایاہ :
(صحیح المسلم)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے لئے زمین ہو وہ اسے خود کاشت کرے اگر خود کاشت نہ کرسکے اور اس سے عاجز ہو تو پھر اپنے کسی مسلمان بھائی کو مفت فائدہ اٹھانے کے لئے دے دے اور اس زمین کو اجارے پر نہ دے۔"

اس حدیث میں دو لفظ ایسے ہیں جو ملکیت زمین کے ثبوت و جواز پر دلالت کرتے ہیں : پہلا لفظ لَہٗ اَرْضٌ اور دوسرا لفظ فَلْیَمْنَحْھَا ہے ، لَہٗ میں لام تملیک کے لئے ہے لہٰذا معنی ہوئے جس کی ملکیت میں کوئی زمین ہو اور چونکہ منحہ کے معنی ہیں اپنی مملوکہ چیز کسی کو بطور احسان مفت استعمال کے لئے عطا کرنا۔ لہٰذا اس سے بھی ملکیت زمین کا جواز نکلتا ہے۔

اس طرح کی دوسری احادیث میں رَبُّ الْاَرْضِ ، صاحب الارض اور اھل الارض کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بھی زمین کی شخصی ملکیت کے جواز پر دلالت

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں اور بعض احادیث میں صراحتاً ملکیت کے الفاظ بھی ہیں۔ جیسے یہ حدیث:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہانا ان یزرع احدنا الا ارضا یملک رقبتہا او منحۃ یمنحہا رجل	"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہمیں یہ کہ ہم سے کوئی کاشت کرے مگر اس زمین کو جس کا وہ مالک ہے یا اسے کسی نے وہ زمین منحہ کے طور پر دی ہے"

علاوہ ازیں وہ احادیث و آثار بھی ملکیت زمین کے جواز پر صاد کرتی ہیں جن میں زمین کی خرید و فروخت اور اس کے وقف و ہبہ وغیرہ کا بیان ہے۔ مثلاً سنن ابن ماجہ میں ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کانت لہٗ ارضٌ فاراد بیعہا فلیعرضہا علی جارہٖ ص ۱۸۲	"حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی ملکیت میں زمین ہو اور وہ اسے بیچنا چاہے تو سب سے پہلے اپنے پڑوسی پر پیش کرے"

ابن ابی شیبہ میں یحییٰ بن سعید کی روایت ہے:

ان عمر رضی اللہ عنہ اجلی اھل نجران والیہود والنصاریٰ واشتریٰ بیاض ارضہم وکرومہم	"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل نجران اور یہود و نصاریٰ کو جلاوطن کیا اور ان کی زمینوں اور باغوں کو اُن سے خریدا"

اسی طرح کتاب الخراج لیحییٰ بن آدم میں صفحہ بچاسی پر روایت ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے پانچ صحابہ کرام کو بطور جاگیر اراضی دیں اور حضرت اسامہ بن زید نے اپنی زمین فروخت کر دی۔

قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج میں کچھ اور بھی ایسے آثار ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غیر مسلم ذمیوں سے خراجی زمینیں

© rasailojaraid.com

خریدیں اور چونکہ خرید و فروخت ایسی ہی چیز کی ہوا کرتی ہے جو بائع و مشتری کی ملکیت میں ہو۔ لہٰذا ایسی روایات سے زمین کی شخصی ملکیت ثابت ہوتی ہے

اسی طرح کتب احادیث میں متعدد ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن میں یہ بیان ہے کہ بعض صحابہ کرام جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے باغات مع زمینوں کے راہِ خدا میں صدقہ اور وقف کئے۔ ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زمین کی شخصی ملکیت جائز ہے کیونکہ وقف و صدقہ وہی چیز ہوا کرتی ہے جو کسی شخص کی ملکیت میں ہو۔

نیز ان احادیث سے بھی زمین کی شخصی ملکیت کا ثبوت و جواز فراہم ہوتا ہے جن میں دوسرے کی زمین غصب کرنے کی ممانعت اور اس پر شدید عذاب کی وعید ہے۔ مثال کے طور پر صحیح المسلم کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے :

عن سعید بن زید قال	"حضرت سعید بن زید نے روایت
قال رسول اللہ صلی اللہ	کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم من اخذ شبرا	نے فرمایا جس نے دوسرے کی
من الارض ظلما فانہ یطوقہ	بالشت بھر زمین بھی ناحق طور پر لی
یوم القیامۃ من سبع ارضین۔	قیامت کے دن اس زمین کے

ساتوں طبقے اس کے گلے میں طوق کی طرح پڑے ہوں گے۔"

خلاصہ یہ کہ قرآن و حدیث میں بکثرت ایسی نصوص ہیں جو زمین کی شخصی و انفرادی ملکیت کے جواز پر واضح الدلالۃ ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا بلکہ تمام مکاتب فقہ کا اس پر مکمل اتفاق رہا ہے

اراضی کی چھ قسمیں کتب فقہ میں ملکیت زمین کے مسئلہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی گئی اور زمین کی مختلف قسموں کے متعلق احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کتابوں میں اراضی کی چھ قسمیں اور ان کی تفصیل اس طرح ہے: اراضی مملوکہ، اراضی موقوفہ، اراضی مملکت، اراضی موات،

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اراضی الحوز اور اراضی متروکہ۔

اراضی مملوکہ وہ اراضی ہیں جو اسباب ملکیت میں سے کسی سبب کی بناپر کسی فرد یا جماعت کی ملکیت قرار پائی ہوں۔ غیر آباد سے آباد کرنے کی بناپر یا کسی ایسے طریقۂ انتقال کی بناپر جس میں پہلے مالک کی حقیقی رضامندی موجود ہوا کرتی ہے۔ ایسی اراضی کا حکم یہ ہے کہ ان کا مالک ان میں ہر وہ تصرّف کرسکتا ہے جو اس کے لئے فائدہ مند ہونے کے ساتھ دوسروں کے لئے ضرر رساں نہ ہو۔ لیکن دوسرا کوئی اس کی رضامندانہ اجازت کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا ورنہ گنہگار و مجرم قرار پاتا ہے

اراضی موقوفہ وہ اراضی ہیں جن کو ان کے مالکوں نے مصارف خیر اور رفاہِ عام کے لئے وقف کردیا ہو۔ ایسی اراضی کا حکم یہ ہے کہ وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں اور کوئی ان کو بیچ اور خرید نہیں سکتا اور نہ ہبہ کرسکتا ہے، واقف خود یا اس کا قائم مقام اپنی تحویل و نگرانی میں رکھ کر ان کے فوائد و ثمرات صرف ان مصارف میں خرچ کرسکتا ہے جن کے لئے وہ اراضی وقف کی گئیں۔

اراضی مملکت کے ذیل میں وہ اراضی آتی ہیں جو حکومت کی تحویل و نگرانی میں اور بیت المال سے متعلق ہوتی ہیں ان میں دو طرح کی اراضی شامل ہیں: ایک وہ جن کے مالک کسی ارضی و سماوی آفت کی زد میں آکر مرکھپ گئے ہوں یا ناقابلِ برداشت حالات کی وجہ سے ترک وطن پر مجبور ہوگئے اور کسی دوسرے ملک میں چلے گئے ہوں اور پیچھے ان کا کوئی والی وارث موجود نہ ہو اور دوسری وہ اراضی جو دشمن سے جنگ کے بعد مال غنیمت کے طور پر ملی اور فاتحین میں تقسیم کے بعد حکومت کے پاس بچ گئی ہوں۔ ایسی اراضی کا شرعی حکم یہ ہے کہ ان میں تصرّف کرنے کا تمامتر اختیار حکومت اور اس کے سربراہ کو ہوتا ہے۔ وہ ان میں ہر وہ تصرّف کرسکتا ہے جو اس کی صوابدید کے مطابق ملک کے اجتماعی مفاد کے لئے ضروری ہو، اگر وہ یہ دیکھے کہ اجتماعی مفاد کے لئے ان کو کاشت کرانا ضروری ہے تو بیت المال کے خرچ سے ان کو کاشت بھی کراسکتا ہے، نیز وہ ایسی اراضی ان لوگوں کو بطور جاگیر بھی دے سکتا ہے جنہوں نے ملک و قوم کے لئے غیر معمولی

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

خدمات انجام دی ہوں اور کوئی بڑا فائدہ پہنچانے کی وجہ سے ملک و قوم پر ان کا احسان ہو اور اگر ضروری ہو تو وہ ایسی اراضی کو فروخت کر کے ان کی رقم بیت المال میں بھی داخل کر سکتا ہے۔

اراضی موات اراضی کی چوتھی قسم اراضی موات ہے اور ان سے مراد وہ غیر آباد اراضی ہیں جن سے کسی کا حق آباد کاری بھی متعلق نہ ہو اور وہ آبادی یعنی شہر و گاؤں سے اتنی دور بھی ہوں کہ یہاں کی اونچی سے اونچی آواز وہاں سنائی نہ دیتی ہو، اس قسم کی اراضی کا شرعی حکم یہ ہے کہ جو شخص سب سے پہلے ان کو آباد کرے اور قابلِ کاشت بنائے وہ ان کا مالک قرار پاتا ہے۔ بعض ائمہ فقہاء کے نزدیک اس میں سلطان وامیر ریاست کی اجازت ضروری ہے اور بعض کے نزدیک ضروری نہیں۔ جن کے نزدیک ضروری ہے وہ بھی سلطان وامیر کی اجازت کو سبب ملکیت نہیں مانتے بلکہ دوسروں کی طرح وہ بھی سبب ملکیت، احیاء وتعمیر کو مانتے ہیں۔ البتہ سلطان کی اجازت سے حق آباد کاری ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین سال ہے۔ اگر وہ اس عرصے میں اسے آباد نہیں کرتا تو اس کا حق آباد کاری ختم ہو جاتا ہے اور وہ زمین اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتی اور اس کی حیثیت اَرضِ مَیتہ کی ہو جاتی ہے، علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:

لو اقطع الامام الموات انسانا فترکه ولم یعمره لا یتعرض له الی ثلاث سنین فاذا مضی ثلاث سنین فقد عاد مواتا کما کان لقوله علیه السلام لیس لمحتجر بعد ثلاث سنین حق	"اگر امام وامیر نے کسی انسان کو بطور جاگیر مردہ زمین دی پس اس نے اُسے یونہی چھوڑ دیا اور آباد نہ کیا تو تین سال تک اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ البتہ جب تین سال گزر جائیں تو وہ زمین پھر ویسی ہی مردہ زمین کے حکم میں لوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین سال کے بعد محتجر کا کوئی حق نہیں۔
ص ۱۹۴ - ج ۶	

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

تحجیر و احتجار اور اس کا حکم

اس حدیث میں جس محتجر کا ذکر ہے اس کے معنیٰ ہیں احتجار و تحجیر کرنے والا، اور احتجار و تحجیر کا مطلب ہے کسی بنجر و غیر آباد زمین کے چاروں طرف پتھر وغیرہ گاڑ کر نشان بندی کرنا اور یہ بتلانا کہ یہ قطعہ زمین میرے آباد کرنے کے لئے ہے۔ دوسرا کوئی اسے آباد کرنے کی کوشش نہ کرے، مطلب یہ کہ اس تحجیر و احتجار سے کوئی شخص اگرچہ غیر آباد زمین کا مالک نہیں بنتا۔ لیکن اس سے اتنا ضرور فائدہ ہوتا ہے کہ تین سال تک اسے حق آباد کاری حاصل ہو جاتا ہے۔ تین سال کے اندر دوسرا کوئی اسے آباد نہیں کرسکتا۔ البتہ تین سال گزرنے پر اس کا حق آباد کاری ختم ہو جاتا ہے اب دوسرا جو اسے آباد کرے وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اس بارے میں بھی کتاب بدائع الصنائع کی عبارت حسب ذیل ہے۔

ولو حجر الارض الموات لا یملکھا بالاجماع لان الموات یملک بالاحیاء لانہ عبارۃ عن وضع احجار او خط حولہ یرید ان یحجر غیرہ عن الاستیلاء علیھا وشیئ من ذلک لیس باحیاء فلا یملکھا: (ص ۱۹۵ ج ۶)

"اگر کسی نے مردہ وغیر آباد زمین کی تحجیر کی تو اس پر اجماع ہے کہ وہ محض تحجیر سے اس کا مالک نہیں بنتا۔ مالک بننے کے لئے اسے زندہ و آباد کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ تحجیر کا مطلب ہے زمین کے اردگرد پتھر رکھنا اور نشانات لگانا تاکہ دوسرے کو اس پر قبضہ کرنے سے روکا جائے اور تحجیر چونکہ احیاء نہیں اس کے ذریعے کوئی زمین کا مالک نہیں بنتا۔"

احیاء الارض کی مختلف شکلیں

"احیاء" یعنی مردہ زمین کو زندہ اور غیر آباد کو آباد کرنے کی مختلف شکلیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص کسی خطۂ زمین کا مالک قرار پاتا ہے، مثلاً ایک زمین زیر آب اور پانی میں ڈوبی ہوئی ہے تو اس کے اوپر سے پانی ہٹانا اور خشک کرکے قابل کاشت بنانا، اس کا احیاء ہے، کسی زمین میں گڑھے اور نشیب و فراز ہیں تو ان کو بھر کر ہموار کرنا، اس کا احیاء ہے۔ یا وہ زمین ایسی ہے جس میں جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ ہیں

© rasailojaraid.com

تو اس کو ان سے صاف کرنا اور کھود کر نکالنا اس کا احیاء ہے۔ اسی طرح اگر وہاں پانی نہیں تو دریا، چشمے اور کنوئیں سے وہاں تک پہنچانا اور سینچنے کا انتظام کرنا بھی احیاء ہے۔ پتھریلی زمین سے پتھر دور کرکے اس میں مٹی ڈالنا اور سیرابی کے لئے نالیاں بنانا بھی احیاء کی ایک شکل ہے۔ فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں زمین کے احیاء کی متعدد شکلیں لکھی ہیں جن میں ہر شکل ایسی ہے جس میں کاشت کار کو اچھی خاصی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے جس سے اس قطعہ زمین میں ایک نئی افادیت رونما ہوتی ہے جو ملکیت کی اصل بنیاد ہے۔

تحجیر کے متعلق بعض فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ایک کی تحجیر شدہ غیر آباد زمین کو بلا اجازت آباد کر لیتا ہے تو گو کراہیت کے ساتھ سہی لیکن احیاء کی وجہ سے اس کا مالک بن جاتا ہے۔ لہٰذا حکومت ایسے شخص کو تعزیراً کچھ سزا تو دے سکتی ہے لیکن حق ملکیت سے محروم نہیں کر سکتی۔ اسی طرح بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اجرت پر دوسرے کے لئے مُردہ زمین زندہ اور بنجر زمین قابلِ کاشت بناتا ہے تو چونکہ احیاء اس اجیر سے ظہور میں آتا ہے جو ملکیت کا اصل سبب ہے لہٰذا مستاجر کی بجائے وہ اجیر اس کا مالک قرار پاتا ہے۔ مستاجر اس سے اجرت واپس لے سکتا ہے زمین نہیں لے سکتا۔ البتہ آباد کرنیوالا اجیر خود اپنی مرضی خوشی سے اس کو بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ دے سکتا ہے اور اپنی ملکیت اس کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

محض تحجیر سے کوئی شخص کسی مردہ و غیر آباد زمین کا مالک نہیں بنتا۔ اس کا اظہار ایک تو اس حدیث نبوی سے ہوتا ہے جو کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسفؒ نے بایں طور پہ بیان فرمائی ہے:۔

حدثنی لیث عن طاؤس قال	"حضرت طاؤس سے روایت کرتے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ہوئے مجھے لیث نے بتلایا کہ رسول اللہ
وسلم عادی الارض للہ و	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجاڑ پڑی
للرسول ثم لکم من بعد	ہوئی زمین اللہ کے لئے اور رسولؐ
فمن احیا ارضاً میتۃ فھی	کے لئے ہے پھر اس کے بعد تمہارے
لہ ولیس لمحتجر حق بعد	لئے۔ پس جس نے مردہ زمین کو زندہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ثلاث سنين

صد٦٥

کیا وہ زمین اس کی ہوگئی اور تحجیر
کرنے والے کے لئے تین سال
کے بعد کوئی حق نہیں۔"

اور دوسرے اس کا ثبوت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس **فیصلے** اور فرمان سے بھی فراہم ہوتا ہے جو آپ نے اپنے عہد خلافت میں صادر فرمایا جب آپ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا، کتاب الخراج قاضی ابو یوسف اور کتاب الخراج یحیٰی بن آدم میں ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اقطع ناسا من مزينة او جهينة ارضا فلم يعمروها فجاء قوم فعمروها فخاصم الجهنيون او المزنيون الى عمر بن الخطابؓ فقال لو كانت مني او من ابي بكر لرددتها ولكنها قطيعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم قال من كانت له ارض ثم تركها ثلاث سنين فلم يعمرها، فعمرها قوم آخرون فهم احق بها۔

(ص٦١ لابي يوسف، ص١٠٢ ليحيٰى بن آدم)

'حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے کچھ لوگوں کو ایک زمین دی تھی جسے وہ کافی عرصہ تک آباد نہ کر سکے بیکار پڑی دیکھ کر کچھ دوسرے لوگوں نے اسے آباد کر لیا اس پر دونوں گروہوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور مقدمہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس پہنچا۔ آپ نے حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد فرمایا اگر یہ زمین میری یا حضرت ابوبکرؓ کی دی ہوتی تو لوٹا دیتا لیکن رسول اللہ صلعم نے عطا فرمائی تھی جس پر تین سال سے زیادہ گزر گئے اور پھر یہ قانون بیان فرمایا کہ جس کی زمین ہو اور وہ اسے تین سال معطل چھوڑ دے آباد نہ کرے تو پھر دوسرے جو اسے آباد کریں وہ ان کی ہو جاتی ہے

اس روایت میں یہ جو الفاظ ہیں کہ اگر میری یا حضرت ابوبکرؓ کی دی ہوئی زمین ہوتی تو میں لوٹا دیتا، ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کے سامنے یہ کیس

© rasailojaraid.com

پیش ہوا اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ اور آپ کی خلافت پر تین سال بھی نہ گزرے تھے حضرت ابوبکرؓ کا عہد خلافت تو کل سوا دو سال تھا اور اب غالباً حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا پہلا یا دوسرا سال تھا، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تین سال سے زیادہ گزر گئے تھے۔ لہٰذا جو زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مزینہ یا جہینہ کو آباد کرنے کے لئے مرحمت فرمائی تھی اس پر اس وقت جب اس کا مقدمہ عدالت فاروقی میں پیش ہوا یقیناً تین سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ لہٰذا آپ نے فرمایا لیکن یہ زمین چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ ہے لہٰذا اسلامی قانون کے مطابق یہ لوٹائی نہیں جا سکتی اور جنہوں نے اسے آباد کیا ہے وہی اس کے مالک ہیں۔

© rasailojaraid.com

اسی طرح بعض روایتوں کے مطابق حضرت عمر فاروقؓ کے علم میں کچھ اور بھی ایسے واقعات آئے کہ لوگوں نے تحجیر کے ذریعے زمینیں روک رکھی ہیں۔ نہ خود آباد کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں تو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا کہ غیر آباد زمین اس کی ہے جو اسے آباد کرے اور محتجر کے لئے تین سال کے بعد کوئی حق نہیں، مثلاً مذکورہ دونوں کتابوں میں ہے:

عن سالم بن عبد الله عن ابیه ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر من احیی ارضا میتة فهی له ولیس لمحتجر حق بعد ثلاث سنین وذلك ان رجالا یحتجرون من الارض مالا یعملون۔ (ص۶۵، ابو یوسف، ص۱۰۱ یحییٰ بن آدم)	"حضرت سالمؒ نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر مجمع عام کے سامنے اعلان فرمایا: جس شخص نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہ اس کی ہے اور یہ کہ محتجر کا ایسی زمین کے ساتھ تین سال کے بعد کوئی حق نہیں رہتا اور یہ آپ نے اس وقت اعلان فرمایا جب آپ کے علم میں یہ بات آئی کہ کچھ لوگوں نے زمینیں روک رکھی ہیں اور آباد نہیں کر رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت امیر المؤمنین منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا۔ لہٰذا مذکورہ روایات کے علاوہ کتاب الخراج وغیرہ میں اور بھی

© rasailojaraid.com

متعدد روایات ہیں جن میں اس کا بیان ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قانونی اعلان کی زد میں جو لوگ آئے ان میں ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن الحارث المزنی بھی تھے، ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طویل و عریض زمین عطا فرمائی تھی جس کا کچھ حصہ وہ آباد کر سکے اور کچھ اب تک آباد نہ کر سکے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوا کر فرمایا جو زمین آپ اب تک آباد نہیں کر سکے دے دو کہ ہم دوسرے مسلمانوں میں تقسیم کر دیں، انہوں نے دینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ جو زمین مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے وہ کوئی مجھ سے کیسے لے سکتا ہے اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ آپ سے کوئی جو بھی مانگتا آپ دے دیتے اور کبھی انکار نہ فرماتے آپ نے وہ زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی تھی لہٰذا آپ نے عطا فرمادی، مقصد یہ تھا کہ آپ اسے آباد اور کاشت کریں، لہٰذا آپ کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ جتنی زمین کا آباد کرنا آپ کی طاقت میں ہے اور آپ اسے آباد کر سکتے ہیں وہ اپنے پاس رکھئے اور باقی واپس کر دیجئے کہ دوسرے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی جائے، اس پر بھی جب وہ تیار نہ ہوئے تو ان سے زائد زمین زبردستی لے کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔

یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے اس عربی عبارت کا رواں ترجمہ ہے جو کتاب الخراج، یحییٰ بن آدم میں صفحہ ایک سو دس پر، کتاب الاموال ابوعبید میں صفحہ ایک سو نوے پر اور السنن الکبریٰ بیہقی میں صفحہ ایک سو انچاس جلد چھ پر ہے۔ وہ عبارت بغیر ترجمہ کے اس طرح ہے۔

عن عبد اللہ بن ابی بکر قال جاء بلال رضی اللہ عنہ بن الحارث المزنی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستقطعہ ارضا فقطعہا لہ طویلۃ عریضۃ فلما ولی عمر قال لہ یا بلال انک استقطعت رسول اللہ ارضا طویلۃ عریضۃ فقطعہا لک وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لیمنع شیئا یسألہ، وانک لا تطیق ما فی یدیک فقال اجل قال

© rasailojaraid.com

فانظر ما قویت علیه منها فامسکه وما لم تطق فادفعه الینا نقسمه بین المسلمین، فقال لا افعل واللہ شیئ اقطعنیه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال عمر واللہ لتفعلن، فاخذ منه ما عجز عن عمارته فقسمه بین المسلمین۔

اس روایت سے ضمناً یہ نتیجہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے درمیان مزارعت کا رواج ختم ہو چکا تھا ورنہ حضرت بلال المزنی زائد زمین مزارعت پر دے سکتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی فرما سکتے تھے کہ زائد زمین مزارعت پر دے دو۔ اس طرح زمین آباد بھی ہو جاتی اور ان کی ملکیت میں بھی رہتی اور وہ بدمزگی پیدا نہ ہوتی جو ان سے زبردستی زائد زمین لینے سے پیدا ہوئی کیونکہ وہ دینے پر آمادہ نہ تھے۔

© rasailojaraid.com

اراضی الحوز

اراضی کی پانچویں قسم اراضی الحوز ہے۔ فقہا کے لکھنے کے مطابق اس قسم میں وہ خراجی اراضی داخل ہیں جن کے مالک کسی وجہ سے ان کو کاشت کرنے اور حکومت کا خراج ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہو گئے ہوں اور انہوں نے عارضی طور پر وہ اراضی حکومت کے حوالے کر دی ہوں کہ تاوقتیکہ وہ ان کو کاشت کرنے کے قابل نہ ہو جائیں حکومت جس طرح چاہے ان سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اس قسم کی اراضی کا حکم یہ ہے کہ وہ اصل مالکوں کی ملکیت میں رہتی ہیں چنانچہ وہ ان کو فروخت اور وقف و ہبہ وغیرہ کر سکتے ہیں۔ حکومت ایسی زمینوں کی مالک نہیں ہوتی بلکہ صرف نگراں و محافظ ہوتی ہے۔ ان کے مالک جب ان کو دوبارہ آباد کرنے یعنی کاشت کرنے پر قادر ہو جائیں تو ان کو واپس کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔

اراضی متروکہ

اراضی کی چھٹی قسم کا نام اراضی متروکہ ہے ان سے مراد وہ اراضی ہیں جو آبادی یعنی شہر یا گاؤں کے اندر یا متصل قرب و جوار میں واقع ہوتی اور غیر زرعی مقاصد اور مصالح کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں جیسے تفریح گاہیں، کھیل کود کے میدان، چراگاہیں، قبرستان وغیرہ جو پوری آبادی کے فائدہ کے لئے مخصوص ہوتی اور ان کی حیثیت اجتماعی ملکیت کی ہوتی ہے۔ ایسی اراضی کا حکم یہ ہے کہ وہ جس مقصد کے لئے ہوتی ہیں۔ اس سے آبادی کا ہر

© rasailojaraid.com

فرد فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کسی کو اس سے رد کا اور منع نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسی اراضی سے فائدہ اٹھانے کا حق آبادی کے سب لوگوں کو یکساں طور پر ہوتا ہے اور یہ کہ ایسی اراضی جن اجتماعی مقاصد کے لئے مخصوص و متعین ہوتی ہیں انہی مقاصد کیلئے ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور اگر کسی دوسرے مقصد کے لئے استعمال کرنا ہو تو صرف اجتماعی مشورے و مرضی سے استعمال کیا جا سکتا ہے انفرادی رائے اور مرضی سے نہیں۔

بہر حال فقہائے اسلام نے زمینوں کی یہ جو چھ قسمیں بیان کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعض زمینوں کا تعلق شخصی و انفرادی ملکیت سے اور بعض کا اجتماعی و قومی ملکیت سے ہے دو قسموں یعنی اراضی مملکت اور اراضی متروکہ کا تعلق اجتماعی ملکیت سے اور باقی چار قسموں کا تعلق انفرادی ملکیت سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں زمین کی اجتماعی ملکیت کا تصور موجود ہے اور اس کی بنیاد اجتماعی مفاد اور اس کے تحفظ پر ہے، مطلب یہ کہ جو زمینیں اجتماعی مفاد و مصلحت کے لئے مخصوص و متعین ہوں اور اس اجتماعی مفاد و مصلحت کا تحفظ اجتماعی ملکیت ہی کے ذریعے ہو سکتا ہو تو شریعت اسلامی کی رو سے ایسی زمینوں کی اجتماعی ملکیت جائز بلکہ ضروری قرار پاتی ہے۔

زمین کی انفرادی اور اجتماعی ملکیت

در اصل شریعت کے تمام احکام و ضوابط اور جملہ قوانین و قواعد میں خود انسانوں کی مصلحت و منفعت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ جن امور و معاملات کو اختیار کرنے سے مطلوبہ مصلحت و منفعت کا تحفظ ہو سکتا اور وہ بروئے کار آسکتی تھی شریعت نے ان کو جائز ٹھہرا کر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور جن کو اختیار کرنے سے مطلوبہ مصلحت و منفعت کا ضیاع ہو سکتا اور اس کا حصول ناممکن ہو جاتا تھا شریعت نے ان کو ناجائز قرار دے کر ان سے رد کا اور منع فرمایا ہے۔ لہٰذا جہاں انسانوں کی عمومی مصلحت کا تحفظ زمین کی انفرادی ملکیت سے ہوتا تھا وہاں شریعت اسلامی نے انفرادی ملکیت کو جائز ٹھہرایا اور جہاں اس مصلحت کا تحفظ زمین کی اجتماعی ملکیت سے ہو سکتا تھا وہاں شریعت نے

© rasailojaraid.co

اجتماعی ملکیت کو جائز اور ضروری قرار دیا ہے۔ غرضیکہ اصل اور بالذّات مقصود نہ انفرادی ملکیت ہے اور نہ اجتماعی ملکیت بلکہ اصل مقصود انسانوں کی مصلحت و منفعت ہے اور یہ دونوں اس کا ذریعہ و وسیلہ ہیں لہٰذا ہر حال میں صرف ایک کو اسلامی اور دوسری کو غیر اسلامی سمجھنا غلط اور اسلام کی غیر حقیقی تعبیر و ترجمانی ہے۔ کیونکہ اسلام نہ ہر حال میں ہر چیز میں انفرادی ملکیت کا قائل ہے اور نہ ہر حال اور ہر چیز میں اجتماعی ملکیت کا قائل، بلکہ بعض حالات اور بعض چیزوں میں انفرادی ملکیت کو صحیح و جائز اور دوسرے بعض حالات اور بعض اشیاء میں اجتماعی ملکیت کو جائز و درست کہتا ہے کیونکہ ملکیت جس مصلحت پر مبنی ہے وہ مصلحت کبھی اور کہیں انفرادی ملکیت اور کبھی اور کہیں اجتماعی ملکیت سے حاصل ہوتی اور بروئے کار آتی ہے۔ الغرض مختصر یہ کہ اسلام کے معاشی نظام میں زمین وغیرہ کی انفرادی ملکیت کے ساتھ اجتماعی ملکیت کا تصوّر بھی ایک حد تک موجود ہے گو اس کا دائرہ اتنا وسیع نہیں جتنا کہ اشتراکیت کے معاشی نظام میں ہے لہٰذا زمین کی اجتماعی ملکیت کے تصور کو کلیتہً اور علی الاطلاق اشتراکی تصوّر کہنا اور اسلام سے اس کی نفی کرنا کسی طرح درست نہیں۔

مثال کے طور پر کسی قوم، قبیلے یا خاندان کے بہت سے لوگ مل جل کر سعی و محنت کر کے کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتے اور کسی بے کار پڑی ہوئی زمین کو کار آمد اور قابل کاشت بناتے ہیں تو اسلامی تصورِ ملکیت کی رو سے وہ زمین ان بہت سے افراد کی اجتماعی ملکیت اور مشترک ملکیت ہوتی ہے اور اس کا فائدہ ان سب آباد کرنے والوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے، یا کچھ لوگ مشینی کاشت اور زیادہ پیداوار کی غرض سے اپنے چھوٹے چھوٹے زمینی خطوں کو یکجا جمع کر دیتے اور مجموعی پیداوار میں شریک و حصہ دار بن جاتے ہیں تو اسلام کے مطابق اس قسم کی اجتماعی اور مشترک ملکیت قطعی طور پر جائز ہوتی ہے اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے شرکت کے طریقہ پر بہت سے لوگوں کا اپنے اپنے سرمائے کو یکجا کر کے بڑے پیمانہ پر تجارت کرنا، یا مل و کارخانہ قائم کر کے اس کے اندر مل جل کر صنعتی کام و عمل کرنا۔ اس سے ظاہر ہے کہ معاشی ترقی کی راہ میں کوئی رکاوٹ بھی پیدا نہیں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

ہوتی اور ان لوگوں کے لئے ذرائع پیداوار کی ملکیت بھی محفوظ رہتی ہے جو اشتراک کے ساتھ کام وعمل کرتے ہیں ۔ زمین کی شخصی ملکیت سے متعلق یہ جاننا نہایت اہم وضروری ہے کہ زمین کی شخصی ملکیت اپنے بعض کوائف اور احکام کے لحاظ سے ان اشیاء کی شخصی ملکیت کی طرح نہیں جو ذاتی صرف کے لئے مخصوص ہوتی اور جو اپنے اندر صرف مالک کی کسی حاجت وضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور جن کی افادیت کا دائرہ فرد واحد تک محدود ہوتا ہے ۔ یہ اس لئے کہ زمین خصوصاً زرعی زمین کی افادیت کا دائرہ صرف اس کے مالک یعنی فرد واحد کی حاجت وضرورت تک محدود نہیں ہوتا اور اس کے اندر صرف اپنے مالک ہی کی حاجت وضرورت پورا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے بہت سے انسانوں اور جانداروں کی حاجت وضرورت پورا کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے ۔ اسی طرح زمین سے جو غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے ۔ اس کے پیدا کرنے میں کاشت کار کی محنت ومشقت کے ساتھ ان قدرتی عوامل کا بھی بڑا دخل اور مؤثر حصہ ہوتا ہے جو قوت نمو، رطوبت، حرارت وبرودت، ہوا، پانی، روشنی، ہائیڈروجن اور آکسیجن وغیرہ کی شکل میں زمین کے اندر اور باہر موجود ہوتے ہیں اور جو کسی ایک انسان کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ بہت سے انسانوں کے فائدہ کے لئے قدرت کے عام عطیہ کی حیثیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کھیتی اگانے اور غلے اور میوے پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف کی اور اس چیز کو سب انسانوں کے لئے اپنا احسان وانعام بتلایا ہے ۔ مثلاً سورہ السجدہ میں فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ۝

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کے بادلوں کو چٹیل وبنجر زمین کی طرف لے جاتے ہیں پھر اس سے کھیتی اگاتے ہیں جس سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا انہیں سجھائی نہیں دے رہا ہے ۔

اور سورۃ الواقعہ میں فرمایا:

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ٥ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ٥

"کیا دیکھا تم نے کہ تم جو زمین میں بوتے ہو اور تخم ریزی کرتے ہو کیا تم اس کھیتی کو اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے۔"

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

"کیا دیکھتا نہیں کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے۔ پس اس کے چشمے جاری کر دیتا ہے زمین میں، پھر اس سے کھیتیاں اگاتا ہے مختلف رنگوں کی۔"

یہ اور اس مضمون کی دوسری قرآنی آیات جن میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ زمینوں سے جو غلے اور پھل میوے اگتے اور پیدا ہوتے ان کو اللہ تعالیٰ اگاتا اور پیدا کرتا ہے اور سب انسانوں اور جانداروں کے لئے بطور رزق پیدا کرتا ہے، اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پیداوار زمین سب انسانوں کے فائدہ کے لئے اور سب کو اس سے مستفید ہونے کا یکساں حق ہے، بالفاظِ دیگر زمین ہر حال میں عامۃ الناس کے فائدہ کے لئے ہے لہٰذا کسی شخص کو خواہ اس کا مالک ہی کیوں نہ ہو اس میں کسی ایسے تصرف و ردوبدل کا اختیار نہیں ہوتا جو عامۃ الناس کے مفاد سے مطابقت نہ رکھتا بلکہ اس کے منافی ہو۔ مثلاً عامۃ الناس کو گیہوں اور چاول کی ضرورت ہے اور مالک زمین اپنا فائدہ اس میں دیکھتا ہے کہ زمین میں تمباکو اور پوست وغیرہ کاشت کرے یا کھاد لگائے تو باوجود مالک ہونے کے اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہوتا اور حکومت اس کو سختی سے روک سکتی ہے یا مثلاً یہ کہ مفاد عام کا تقاضا یہ ہے کہ زمین میں کسی غلے وغیرہ کی ضرور کاشت کی جائے لیکن اس کا مالک اپنی مصلحت اس میں دیکھتا ہے کہ اسے بلا کاشت کے چھوڑ دے تو چونکہ اس کا ایسا کرنا مفاد عامہ اور مصلحت عامہ کے خلاف و منافی ہے تو حکومت مالک کو مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اس زمین کو کاشت کرے۔

غرضیکہ زمین کی نجی ملکیت، اشیاء صرف واستعمال کی نجی ملکیت سے مختلف

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com